بے غرض دعا

اسما خانم

ہمدرد نگر، بی، علی گڑھ (یو پی)

نہ مذہب کی قید، نہ فرقہ کا علم، نہ ذات کا بوجھ، نہ کچھ کھونے کا غم، نہ پانے کی آرزو، نہ کوئی لالچ اور نہ ہی کوئی غرض ۔مل گیا تو اچھا، نہ ملا تو کوئی شکایت نہیں۔ نہ خدا سے اور نہ ہی انسانوں سے ۔کیا ایسے نایاب واقعی ہیں یا میرے تصور کو تسلی دینے والے محض چند خیالات ہی ہیں جو مجھ سے دل لگی کر کے خوش ہو رہے ہیں۔

اکثر وہ میری راہ گزر ہوتی تھی ۔یہ راستہ مجھے اس لیے پسند تھا کیونکہ اور جگہوں کی بہ نسبت یہاں رش بھی نہ کے برابر ہوتا تھا اور یہ راستہ مجھے میری منزل تک تھوڑا جلدی پہنچا دیتا تھا ۔اس روز بھی معمول کی طرح میرے قدم اپنی طے شدہ منزل کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ دو قدم کے فاصلے پر دو سائے بھی میرے ہمراہ تھے۔

روز تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کوئی بھولا بھٹکا سائیکل سوار مدھم رفتار سے میری دائیں طرف سے گزر جاتا تھا یا کوئی موٹر سائیکل زناٹے سے پل بھر میں نظروں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔ پر آج ماحول تھوڑا سا الگ تھا۔ دو زندہ سائے بھی میرے ہمراہ تھے ۔مجھے تھوڑی سی تبدیلی ضرور محسوس ہوئی پر وہ اپنے معمول کے مطابق اسی طرح سڑک کی دوسری طرف ایک ٹوٹی ہوئی منڈیر پر مجسمہ یاس بھی بیٹھی تھی۔

دونوں جوان عورتیں اپنے سروں پر گھاس کا گٹھر لیے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ بوڑھی عورت بھی حسب معمول اپنے ہاتھ راہ گیروں کے آگے اس امید پر بڑھائے ہوئے تھی کہ کوئی تو خدا کا بندہ اس کی حالت پر ترس کھا کر اس کی مدد کے لیے آگے آئے گا پر اکثر اس کو مایوسی ہی ہاتھ آتی ۔پھر بھی اس ضعیف اور کمزور چہرہ پر عجیب سا اطمینان اور معصومیت تھی۔

''رام رام اماں''..... دونوں عورتیں بڑے احترام سے اس کو مخاطب کرتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔

دونوں کے دل میں اس بزرگ کے لیے اس احترام نے جہاں مجھے حیران کیا اس سے کہیں زیادہ حیرت اور مسرت مجھے اس کے جواب پر ہوئی۔

''رام رام جی.....جیتی رہو بٹیا۔اللہ تمہاری ہر مراد پوری کرے۔ سدا خوش رہو''۔ مسکراتے چہرہ سے اس نے ڈھیروں دعائیں ان دونوں کی جھولی میں ڈال دیں۔

غریب، کمزور، نہ وقت پر کھانا میسر نہ کوئی سایہ سر پر۔ پھر بھی دل کتنا کشادہ۔ کیا مل گیا تھا ان دونوں سے اس بڑھیا کو؟ کچھ بھی تو نہیں۔ پر اس مائی کی ان بے غرض دعاؤں نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ اور مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کتنے مخلص ہیں یہ لوگ؟ اور ہم کس معاشرے کی تہذیبی اونچائیوں کے ڈھول پیٹ رہے ہیں جہاں ان بے غرض اور مخلص لوگوں کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں اور ان کی امداد کا کوئی ادارہ بھی نہیں۔

تعلیم شعور دیتی ہے۔ صحیح اور غلط میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔ اچھے اور برے کا فرق سکھاتی ہے۔ پر ہم نے کچھ نہ سیکھا۔ بانٹ لیا خود کو۔ مذاہب میں، فرقوں میں، علاقوں میں اور نتیجہ یہ ہوا کہ اندر سے کھوکھلے ہو گئے، برباد ہو گئے۔ ایسے اندھیروں میں خود کو قید کر لیا۔ جہاں روشنی کی ایک کرن بھی ہماری آنکھوں کو چبھتی ہے۔ ہم واقعی بھول گئے کہ بندہ کسی بھی مذہب، مسلک، عقیدہ، فرقہ، ذات یا معاشرے کے کسی بھی طبقہ کا ہو، ہے تو انسان ہی نا.....اور یہی چیز سمجھنے کی ضرورت بھی ہے کہ انسانیت سے بڑا کوئی مذہب نہیں۔

کیوں نہ ہم ایسے معاشرے کی تعبیر لکھیں جہاں تمام نسلِ آدم انسان بن جائیں۔ سب کے دل رحیم، ہاتھ سخی اور زبان مخلص ہو جائیں اور لبوں پر ہمیشہ سب کے لیے ہو بس.....بے غرض دعا۔ OO

ضروری گزارش

ایوانِ اردو اور بچوں کا ماہنامہ اُمنگ دنیائے اردو کی صف اوّل کے رسالے ہیں اور صرف غیر مطبوعہ مضامین ہی شائع کرتے ہیں۔ بعض قلمکار مضمون کی منظوری ملنے کے بعد بھی دوسری جگہ اشاعت کے لیے بھیج دیتے ہیں۔

یہ غیر اخلاقی ہے۔ قلمکاروں سے گزارش ہے کہ ادارہ کو اپنی تخلیقات بھیجنے کے بعد منظوری ملنے کے لیے تین ماہ انتظار کریں۔ اس لیے کہ تخلیقات اور مضامین کے انتخاب میں وقت لگتا ہے۔

اگر تین مہینے تک کوئی جواب نہ ملے تو بلا تکلف دوسری جگہ ارسال فرما دیں۔

(ادارہ)